© rasailojaraid.com

نبوّت کی ضرورت

(۷)

(عبدالحمید صدیقی)

اس مضمون کی گزشتہ چھ اشاعتوں میں ہم اس حقیقت کی واضح طور پر نشاندہی کر چکے ہیں کہ انسان کے داخلی تجربات، اُس کے مشاہدات، اُس کی عقلی اور فکری قوتیں: ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو انسان کی ہدایت اور رہنمائی کا پورا پورا انتظام کر سکے۔ علم کے یہ سارے ماخذ بلاشبہ انسانیت کے لیے بے حد مفید اور کارآمد ہیں۔ ان کی مدد سے انسان انفس و آفاق پر غور کر کے نہایت ہی مفید معلومات حاصل کرتا ہے پھر ان معلومات کو ایک خاص انداز میں ترتیب دے کر ان سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح اس کے ذہن کے اندر نکھار، اُس کے مشاہدات میں وسعت اور فہم و فراست میں صحت اور اعتدال پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ یہ سارے تجربات خواہ کتنے مفید ہوں اور فہم و ادراک کی حد خواہ کتنی وسیع ہو جائے انسان وحی و الہام کی ضرورت سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

انسان کے مادّی وجود کا تانا بانا چونکہ عناصر طبیعی کے مجموعہ سے عبارت ہے، اس لیے ان عناصر کی تاریکی سے وہ کبھی از خود نجات نہیں حاصل کر سکتا۔ وہ اپنی فطرت کے اعتبار سے اس بات پر مجبور ہے کہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرے۔ اس تاریکی سے نکلنے کی ایک ہی صورت ممکن ہے کہ کوئی زبردست شخصیت وحی و الہام کی شمع ہاتھ میں لے کر اس کی رہنمائی کرے اور ہر شخص اس کی قیادت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی پیروی پر آمادہ ہو جائے۔

انسان کا کونسا ایسا تجربہ ہے جس کے متعلق وثوق سے یہ کہا جا سکتا ہو کہ اُس پر اُس کے مادی وجود کی پرچھائیں بالکل نہیں پڑ رہی ہیں۔ اس ضمن میں حیات انسانی کا جو شعبہ اس امر کا سب سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زیادہ دعویدار ہو سکتا ہے وہ روحانی تجربات کا وہ گوشہ ہے جس میں ایک شخص عبد اور معبود کے درمیان وجدانی رشتہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن اگر آپ ان لطیف تجربات کا بھی ذرا گہری نظر سے جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ عناصر طبیعی کی تاریکیاں اس خالص روحانی گوشے میں بھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتیں اور ہر مرحلہ پر ان روحانی کیفیات کو اپنے کثیف تاثرات سے گدلا کرنے کے لیے بیتاب رہتی ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو انسان کے ان تجربات میں جو حرص و ہوا کے سارے بندھنوں سے آزاد ہوتے ہیں، کوئی اختلاف نظر نہ آتا۔ لیکن اس پاکیزہ اور مقدس راہ کے سالکین کے مابین بھی خواہ تلخی نہ ہو، لیکن مقام من و تو تو ضرور ہی آجاتے ہیں۔ منصور کا نعرہ انا الحق یا گڈریے کا عقیدۂ تجسیمیت و تشبیہیت جس کا قصہ مولانا روم نے لکھا ہے اس اختلاف کی واضح مثالیں ہیں۔

دوسرے یہ روحانی واردات سراسر داخلی تجربات ہونے کی وجہ سے ایک، فرد کے لیے کیف و مستی کا سامان تو مہیا کر سکتی ہیں لیکن ان واردات کو خارجی زندگی میں منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی وجہ سے یہ واردات خواہ کتنی ہی پُرکیف ہوں اور سوز و گداز سے مملو، لیکن ان سے کسی تمدن کی تعمیر یا کسی معاشرے کی تشکیل کا کام نہیں لیا جا سکتا۔

یہی حال انسانی مشاہدات کا ہے۔ انسان جب بھی کسی چیز کو دیکھتا ہے تو وہ خاص عینک سے دیکھتا ہے اور اس عینک کے شیشوں پر اُس کی ذاتی خواہشات اور تمناؤں کے عکس ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ حقیقت کا اُس کے اصل رنگ میں کبھی مشاہدہ نہیں کر سکتا

پھر اُس کے مادی وجود کی حدود و قیود یہاں بھی ہر گام پر اُس کے راستے میں مزاحم ہوتی ہیں۔ اُس کی نگاہ سے "برق و بخارات" کا کوئی گوشہ اوجھل نہیں رہتا لیکن لطیف احساسات اور پاکیزہ جذبات کی وسیع و عریض دنیا جس میں قدم رکھ کر انسان انسانیت کے شرف سے نوازا جاتا ہے، وہ بہرحال اس کے ادراک سے دُور ہی رہتی ہے۔

انسانی رہنمائی کا تیسرا مدعی عقل ہے لیکن عقل بھی اس معاملے میں اتنی ہی ناکام ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جتنی کہ دوسری انسانی قوتیں اور اس کی ناکامی کا سبب بھی وہی ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی اُس کے جسم کا خمیرہ چونکہ مادی عناصر سے اٹھایا گیا ہے اس لیے ان عناصر کی تاریکیاں انسان کے فکر و نگاہ کے زاویوں کو کافی حد تک متاثر کرتی ہیں۔ اس کی حسّی آرزوئیں اور تمنائیں، اُس کی مادی خواہشات اور امنگیں اس کی فکری پرواز کی راہ میں حائل ہوتی ہیں۔ اور اس طرح عقل کا طائر مادی دنیا کے خم و پیچ میں ہی اُلجھ کر اپنی جان گنوا بیٹھتا ہے۔

انسانی رشد و ہدایت کے ان تینوں دعویداروں میں کوئی ایک دعویدار بھی ایسا نہیں جو اسے مادہ کے طلسم ہوشربا سے نکال کر اُس کی اس انداز سے نشو و نما کرے کہ اُس کے مادی وجود کو غذا فراہم بھی ہوتی رہے لیکن یہ غذا بالآخر اس کی روحانی ترقی کا ذریعہ ثابت ہو۔ انسان نے زندگی گزارنے کے لیے آج تک جتنے فلسفے گھڑے ہیں وہ سارے کے سارے نامکمل اور یک رُخے ہیں۔ انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ احساسات و جذبات کی دنیا مشاہدات کی دنیا سے یکسر الگ ہے اور اسی طرح ٹھوس اور وزن دار تعقلات کی دنیا کا دوسری دنیاؤں سے کوئی تعلق اور رابطہ نہیں اور قدرت کے یہ تین الگ الگ کارخانے ایک دوسرے سے بالکل بے تعلق ہو کر اپنا فرض سرانجام دے رہے ہیں۔ انسان کی ناقہمی کیفیت جبکہ وہ عبد اور معبود کے درمیان وجدانی رشتہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے، ایک داخلی کیفیت ہے جس کے لیے کوئی منطقی بحث مفید نہیں ہو سکتی۔ اس کی قدر و قیمت کا اندازہ عقل کی میزان پر تول کر کبھی نہیں لگایا جا سکتا۔ یہ کیفیت ایک خاص قسم کی بصیرت افروزی ہے، جس کے زیرِ اثر دیدۂ دل وا ہو جاتا ہے اور کان نوا ہائے روز کے محرم ہو جاتے ہیں۔ ان حالتوں میں غایت درجہ کی تجلیت اور معنویت پیدا ہوتی ہے جس کے ادراک سے عقل سراسر عاجز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان نے ان روحانی کیفیات میں عقلی عنصر داخل کرنے کی مختلف کوششیں کی ہیں اور انسان جب تک انسان ہے اپنے ہر کام اور فعل کے لیے عقلی بنیاد فراہم کرتا رہے گا لیکن "روحانیت" کو علمیت اور فلسفہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی خراد پر اُتارنے کی کوشش کے باوجود، نفسیاتِ تصوف کا مطالعہ انسان کو جس نتیجہ پر پہنچاتا ہے وہ یہی ہے کہ "حاسۂ روحانی" ہمیشہ ہر شخص کی جذبی اور تاثری حیات شاعرہ کا ایک سربستہ راز ہے اور سراسر ایک انفرادی اور شخصی چیز ہے۔ اس کی جڑیں اگر کہیں ملیں گی تو صرف تاثرات کی گہرائیوں میں۔ فلسفہ کی حیثیت زیادہ سے زیادہ وہی ہے جو ایک متن کے غیر زبان میں ترجمے کی ہوتی ہے۔ جس کی مدد سے ایک شخص مفہوم کو تو پا لیتا ہے لیکن وہ الفاظ کے حسن، ان کی صوتی ہم آہنگی اور اُن کی گہری معنویت سے حظ اٹھانے کے قابل نہیں ہوتا۔ عقلیت کے خشک میدانوں میں حاسۂ روحانی کی تلاش ایسی ہے جیسی کہ آنکھوں سے سننے کی کوشش کرنا۔ زندگی کی علمی تحقیق اور تدقیق اور چیز ہے اور اس زندگی کے جیتے جاگتے، ابلتے سرجیون چشمہ تک پہنچنا بالکل ہی دوسری چیز ہے۔

علم را بر دل زنی یارے بود

علم را بر تن زنی بارے بود

غرض روحانیت کی اساس "سوز و گداز" ہے اور اس شعبۂ حیات میں عقل کی دخل اندازی سراسر ایک تکلف۔ عقل اپنی ساری وسعتوں اور قوتوں کے باوجود زندگی کے اس اہم گوشہ کی نقاب کشائی سے ہمیشہ عاجز رہی ہے۔ اُس نے بیجا جسارت سے کام لیکر کبھی اس شعبہ کی افادیت اور اہمیت سے انکار تو کر دیا ہے لیکن اس امر کا دعویٰ نہیں کیا کہ وہ من کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر سراغِ زندگی پانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ کام اس کے احاطۂ اختیار سے باہر ہے۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بالِ جبریل میں عقل کی بے بسی کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے ؎

خرد سے راہرو روشن بصر ہے — خرد کیا ہے چراغِ رہگذر ہے

درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا — چراغِ رہگذر کو کیا خبر ہے

عقل کی ساری تگ و تاز زندگی کے خارجی معاملات تک محدود ہے۔ انسان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخلی دنیا جو خارجی ہنگاموں سے کہیں زیادہ وسیع ہے ، وہ اس کی حدِ ادراک سے ماورا ہے ۔ اگر کسی شخص کو عقل کے اس عجز کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو وہ ذرا مغربی تہذیب و تمدن کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ اس تہذیب کے زیرِ اثر آکر انسانی زندگی کے اندر کتنی یک رخی پیدا ہو گئی ہے ۔ وہ ایک طرف ستاروں پر کمندیں ڈالنے کے لیے فکر مند ہے لیکن دوسری طرف داخلی زندگی کے بنیادی محرکات تک سے قطعاً نا آشنا ۔

عشق ناپید خرد مے گزدش صورتِ مار
عقل کو تابع فرمانِ نظر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا

علامہ اقبالؒ نے جدید انسان کے اس تضاد کو اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید" میں بھی واضح کیا ہے ۔ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا ہے:

"عصرِ حاضر کی ذہنی سرگرمیوں سے جو نتائج مترتب ہوئے ان کے زیرِ اثر انسان کی روح مردہ ہو چکی ہے یعنی وہ اپنے ضمیر اور باطن سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے ۔ خیالات اور تصورات کی جہت سے دیکھیے تو اس کا وجود خود اپنی ذات سے متصادم ہے ۔ سیاسی اعتبار سے نظر ڈالیے تو افراد افراد سے برسرِ پیکار ہیں ۔ اس میں اتنی سکت ہی نہیں کہ اپنی بے رحم انانیت اور ناقابلِ تسکین جوعِ زر پر قابو حاصل کر سکے ۔ یہ باتیں ہیں جن کے زیرِ اثر زندگی کے اعلیٰ مراتب کے لیے اس کی جدوجہد بتدریج ختم ہو رہی ہے ، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ درحقیقت زندگی ہی سے اکتا چکا ہے ۔ اس کی نظر حقائق پر ہے یعنی حواس کے اس سرچشمہ پر جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہے ، لہٰذا اس کا تعلق اپنے اعماقِ وجود سے منقطع ہو چکا ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور پھر جیسا کہ پہلے کو بھی خدشہ تھا اور جس کا بہ تاسف وہ اظہار بھی کر چکا ہے، مادیات کے اس باقاعدہ نشو و نما نے اس کے رگ و پے بھی مفلوج کر دیئے ہیں۔"

جس طرح تنہا عقل انسان کے اندر لطیف احساسات پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتی بالکل اسی طرح انسان کی روحانی اور وجدانی کیفیات میں یہ طاقت نہیں کہ وہ از خود اُن کے اندر معروضیت پیدا کر کے انہیں دنیا کے سامنے ایک معیار حق و باطل کی حیثیت سے پیش کر سکے۔ "کشف و مشاہدہ" کے ایک مشہور رازداں نے اپنی کتاب تلاش حق میں اس حقیقت کا بڑے واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

"روحانی کیفیات صرف ان لوگوں کے لیے اپنے اندر جواز کا پہلو رکھتی ہیں جو ان سے لذت آشنا ہوں۔ ۔ ۔ یہ وارداتِ قلبی ان حضرات کے لیے بصیرت افروز حقائق ہیں جنہیں خود ان کا تجربہ ہو چکا ہو"

لیکن وہ لوگ جن کا اس پُراسرار وادی میں کبھی گزر نہیں ہوا اُن کے لیے ان لطیف تجربات کی معنویت محلِ نظر ہے۔

اس راہ کے بعض پرجوش سالکین نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ صوفیانہ ایقانیت نفسی بھی کم از کم ہماری نفسی ترکیب میں وہی درجہ رکھتی ہے جو دوسری شعوری کیفیات اور اُن کی حکمیت و قطعیت ویسی ہی ہے جیسے ہمارے دوسرے قسم کے شعوری تجربات کی۔ جب ہم خود اپنے نام نہاد عقل کے ذریعے حاصل کیے ہوئے معتقدات کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی قسم کی حقیقت پر مبنی ہیں جو صوفیانہ خیالات کی بنیاد ہے۔

آپ اگر اس دعویٰ کا ذرا گہرائی میں اتر کر مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ دعویٰ کافی حد تک محلِ نظر ہے۔ صوفیانہ مشاہدات اور واردات عقلی تجربات سے کہیں زیادہ بیش قیمت ہی سہی لیکن یہ بہر حال ذہنی کیفیات ہی ہیں اور اسی بنا پر ان کے اندر وہ معروضیت نہیں آسکتی جو انہیں دوسرے لوگوں کیلئے حجت بنا سکے۔ اس ضمن میں اگر تفصیل درکار ہو تو ولیم جیمز کی کتاب "مذہبی تجربات کی گوناگونی" ملاحظہ فرمائیں۔ اس قابلِ قدر کتاب کے ایک باب "تصوف" میں اس موضوع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر بڑی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں بھی اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔

صوفیانہ مشاہدات کے برعکس عقلی تجربات میں ایک حد تک معروضیت تو دکھائی دیتی ہے لیکن وہ اُن لطیف عناصر سے یکسر عاری ہوتے ہیں جنہیں انسانیت کی جان کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس میں انسان اپنے آپ کو ایک عجیب و غریب کشمکش میں گھرا ہوا پاتا ہے۔ اگر وہ قلبی واردات کی طرف متوجہ ہو کر خارجی زندگی اور اس کے تقاضوں سے منہ موڑتا ہے تو اس کی تمدنی اور اجتماعی زندگی برباد ہونے لگتی ہے اور اگر وہ صرف عقل پر اعتماد کر کے زندگی کے مسائل کو حل کرنے کے لیے آگے بڑھتا ہے تو یہ رہنما چند قدم کے بعد ہی رہزن بن کر اس کی دل کی دولت لوٹنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اُس کی متاعِ ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے، اُس کے یقین کو غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ الغرض وہ اس بدنصیب انسان کو انسانیت کے ہر اس امتیاز سے محروم کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ہے۔ انسان کی اسی بے چارگی کا ذکر کرتے ہوئے فلسفۂ مذہب کے ایک مشہور مفکر جان کارڈ نے کہا ہے:

"اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ مذہب کی بنیاد صرف جذبہ و احساس پر ہے تو پھر کسی مذہب کو دوسرے مذہب پر فوقیت حاصل نہیں رہتی کیونکہ جس قسم کے روحانی مشاہدہ سے مجھے سرور حاصل ہوتا ہے وہی میرے نزدیک صحیح اور برحق ہے۔ یہ مشاہدہ جو سراسر ایک داخلی کیفیت ہے اور جس میں ہر آن تغیر و تبدل ہوتا ہے کبھی بھی ایک آفاقی اور عالمگیر نظریہ کی اساس نہیں بن سکتا۔ حق کو باطل سے ممیز اور ممتاز کرنے کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ ہمارے سامنے کوئی ایسا معروضی معیار ہو جس کی مدد سے ہم غلط اور صحیح کے درمیان تفریق کر سکیں۔ یہ معروضی معیار عقل ہی فراہم کر سکتی ہے"[1]

[1] فلسفہ مذہب، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اسی مسئلہ کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اگر معروضی اقدارِ حیات کے حصول کے لیے ہم صرف عقل پر بھروسہ کریں تو ہم انسانیت کے اُس لطیف اور شیریں عنصر سے دست کش ہو جاتے ہیں جو درحقیقت انسان کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس امر کی صراحت کرتے ہوئے جان کارڈ لکھتا ہے:

"انسان فطری طور پر اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ منطق اور سائنس کی مدد سے معرفتِ الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ علوم ایک فرد کے اندر فکر و نظر کی اعلیٰ سے اعلیٰ صلاحیتیں تو پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ذہن جلا پاتا ہے، مشاہدہ میں وسعت اور گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ وہ مختلف نظریات اور افکار کے درمیان مقابلہ اور موازنہ کے نئے نئے انداز سیکھتا ہے اور اس طرح اس کی فطانت کی تہذیب و ترقی ہوتی ہے ... لیکن فکر و نظر کی ان ساری قوتوں کے باوجود وہ ایمان کے لطیف عنصر سے بہر حال محروم رہتا ہے، اس کا دل اس روحانی کیف و مستی سے بہرہ مند نہیں ہو سکتا جو مذہب کی جان ہے، اور جس کی وجہ سے اُس کے اندر نیکی اور بھلائی کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔"[1]

(باقی)

---

[1] فلسفہ مذہب ص ۱۵

ششماہی خریدار ۵۰ پیسے کے ٹکٹ بھجوا کر نمبر حاصل کریں

ادارہ بتول کے زیر اہتمام
چھوٹے بچوں کا پیارا رسالہ
بچوں کا
"نور"
پندرہ روزہ لاہور
اپریل کے پہلے ہفتہ میں ——— اپنی پہلی پیش کش
آپ بیتی نمبر
——— پیش کر رہا ہے ———

سالانہ خریداروں کو یہ نمبر سالانہ قیمت میں ہی دیا جائیگا

زرِ سالانہ ۵۰/۴ — آپ بیتی نمبر فی نسخہ ۱/ روپیہ
ناظم ادارہ بتول ——— اچھرہ لاہور

© rasailojaraid.com